عدالتی حلف کا شرعی طریق کار

علامہ صدر شہید

ذاتی معلومات کی بنیاد پر حلف لینا

(سلف کا اس بارے میں اختلاف کہ مدعا علیہ سے معلومات کی بنیاد پر حلف لیا جائے یا حتمی بنیاد پر؟)

شعبی (م ۱۰۳ھ) بیان کرتے ہیں:

کان شریح یحلف البتة فی الرجل یدعی ابیہ دینا فان حلف والا اخذ منہ [1]

(قاضی شریح (م ۷۵ھ) اس آدمی سے حتمی حلف لیتے تھے جس کے باپ پر قرض کا دعوی کیا گیا ہو، وہ آدمی قسم کھالیتا تو فبہا ورنہ اس سے قرض وصول کیا جاتا)

اس بارے میں سلف کا اختلاف ہے کہ کسی شخص کے مورث پر قرض یا مال کا دعوی کیا گیا ہو تو اس شخص سے معلومات کی بنیاد پر حلف لیا جائے یا حتمی بنیاد پر۔ قاضی شریح اس سے حتمی بنیاد پر حلف لینے کے قائل ہیں، یہی رائے ابن ابی لیلی [2] کی بھی ہے۔ ابراہیم نخعی (م ۹۵ھ) اور حسن بصری (م ۱۱۰ھ) معلومات کی بنیاد پر حلف لینے کے قائل ہیں [3]۔ ہمارے علماء احناف نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔

قاضی شریح اور ابن ابی لیلی (م ۱۴۸ھ) کہتے ہیں ہیں کہ مدعا علیہ سے قسم لینے کی بنیاد انکار پر ہے اس کے انکار کرنے کی صورت میں صرف معلومات کا نہ ہونا کافی نہیں بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ حتمی طور پر انکار کرے، مدعا علیہ اگر یہ کہے: "میری دانست میں نہیں کہ اس مدعی کا قرضہ میرے ذمہ ہے" یا کہے: "میرے علم میں نہیں کہ جس چیز پر میں قابض ہوں اس کا مالک مدعی ہے یا نہیں" تو مدعا علیہ کا صرف یہی کہہ دینا کافی نہیں۔ اگر وہ دعوی کی صداقت سے انکار کرتا ہے تو اسے اپنے جواب میں لازمی طور پر حتمی انکار کرنا چاہئے، اسی طرح حلف میں

بھی محض معلومات کا نہ ہونا کافی نہیں بلکہ اس میں قطعی انکار ضروری ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر بیٹا اپنے متوفی باپ کے قرض کا دعویدار ہو تو اس صورت میں مدعا علیہ سے علم و دانست کی بنیاد پر حلف لینے کی بجائے اس سے قطعی حلف لیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی یہی صورت ہے۔

ہم یہ جواب دیتے کہ اس قرض کا سبب وارث نہیں بنتا بلکہ مورث ہے۔ گویا مدعا علیہ سے اس کے اپنے فعل پر حلف لیا جا رہا ہے۔ اس لئے اس سے قطعیت کی بنیاد پر حلف لینا چاہئے۔ جہاں تک کسی دوسرے شخص کے فعل کا تعلق ہے تو وہاں پر علم و دانست کی بنیاد پر حلف لیا جائے گا' اس کی بنیاد قسامت والی حدیث ہے۔

قرض خواہ کا وارث سے قسم کھانے کا مطالبہ

ایک شخص نے کسی کو قاضی کے ہاں پیش کرتے ہوئے یہ کہا: اس کا باپ انتقال کر چکا ہے اور اس کے ذمہ میرے مبلغ ایک ہزار درہم ہیں' تو قاضی کو چاہئے کہ وہ مدعا علیہ سے یہ دریافت کرے: کیا آپ کا باپ فوت ہو چکا ہے؟ اس لئے کہ اس جواب کا تعلق بیٹے سے اس وقت ہو سکتا ہے جب وہ فریق بنے اور وہ اس وقت فریق بن سکتا ہے جب اس کا باپ مر چکا ہو۔ تب مسئلہ کی یہ دو صورتیں بنتی ہیں کہ بیٹا اس کا اثبات میں جواب دیتے ہوئے اقرار کرے یا اپنے باپ کے فوت ہو جانے کا انکار کرے۔ اگر اقرار کرے تو قاضی اس سے اس شخص کے دائر کردہ دعوی کے بارے میں دریافت کرے جو اس کے باپ کے خلاف کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ بیٹا اس میں ایک فریق ہے اور جواب کا تعلق ایک فریق سے ہے۔ بیٹے نے اگر اپنے باپ پر قرض ہونے کا اقرار کر لیا تو یہ قرضہ اس کے ذاتی حصہ سے ادا کیا جائے گا اس لئے کہ اس طرح اس نے اپنے خلاف اقرار کیا ہے۔

اگر بیٹا اپنے باپ کے فوت ہو جانے کا انکار کرے اور مدعی اپنے دعوی کا ثبوت پیش کرے تو یہ ثبوت قبول کر لیا جائے گا اور قرض کی ادائی کا فیصلہ کر دیا جائے گا یہ ادائی صرف اسی وارث کے حصہ سے نہیں' بلکہ پورے ترکے سے کی جائے گی' اس لئے کہ متوفی پر دائر کردہ دعوی میں اس کے کسی ایک وارث کو فریق تسلیم کیا جائے گا اور ایک وارث پر قائم شدہ ثبوت

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

گویا جملہ ورثاء پر قائم ہوگا' بالفرض مورث زندہ ہوتا اور اس پر یہ ثبوت قائم ہو جاتا تو اس کے سارے ترکے سے قرض واجب الادا قرار پاتا۔ لہٰذا قرض کی ادائیگی متوفی کے جملہ ترکہ سے کی جائے گی' البتہ اقرار کی صورت میں ایسا نہیں۔

مدعی کے پاس اگر کوئی ثبوت نہیں اور وہ بیٹے سے قسم کھانے کا مطالبہ کرتا ہے تو ابراہیم نخعی اور حسن بصری کے نزدیک اس سے علم و دانست کی بنیاد پر قسم لی جائے گی اور یہی ہمارے نزدیک علماء کا قول ہے مگر ابن ابی لیلی اور قاضی شریح اس سے اختلاف کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک بیٹے سے یوں حلف لیا جائے گا: "اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ اس فلاں ولد فلاں شخص کا میرے والد کے ذمہ ایک ہزار درہم قرض ہے جیسا کہ اس نے دعویٰ کیا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی حصہ"۔ اس نے قسم کھالی تو قصہ تمام ہوا اگر قسم کھانے سے انکار کر دیا تو قرض کی ادائیگی اس کے حصہ سے کی جائے گی۔ اس نے اگر یوں کہا: مجھے اپنے باپ کی میراث میں سے کچھ نہیں ملا' تو اس صورت میں یہ دیکھا جائے گا کہ اگر مدعی نے اس کی تصدیق کر دی تو بیٹے پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی' اگر تکذیب کی اور یوں کہا: نہیں' بلکہ اس کو تو مبلغ ایک ہزار درہم یا اس سے زیادہ مل چکا ہے' تو اس صورت میں مدعا علیہ سے قطعی حلف یوں لیا جائے گا "خدا کی قسم مجھے اپنے باپ کے مال سے مبلغ ایک ہزار درہم یا اس کا کوئی حصہ نہیں ملا" اس لئے کہ اس سے اس کے اپنے فعل پر ہی حلف لیا جا رہا ہے۔

اگر اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا تو اس کے خلاف فیصلہ ہو جائے گا اگر قسم کھالی تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ہوگا۔ یہ متذکرہ صورت اس وقت ہے جب اس نے اولاً اس سے قرض پر حلف لیا ہو اور بعد میں ترکہ کی وصولی پر۔

اگر اس سے ترکہ کی وصولی پر حلف لیا ہو اور قرض پر حلف نہیں لیا اور مدعی یہ چاہتا ہے کہ ترکہ کی وصولی پر حلف لینے کے بعد اس سے قرض پر حلف لیا جائے اور بیٹا یہ کہتا ہے: حلف تو مجھ پر نہیں پڑتا اس لئے کہ مجھے اپنے باپ کی میراث سے کچھ نہیں ملا' تو قاضی اس کا یہ بیان تسلیم نہ کرے بلکہ اس سے علم و دانست کی بنیاد پر قسم لے۔ کیونکہ اصل ضرورت تو قرض کو ثابت کرنا ہے۔ قرض کو ثابت کرنے کے معاملے میں یہ ضروری نہیں کہ اسے اپنے باپ کی

میراث سے کچھ ملا ہے یا نہیں، حصول مقصد قرض ثابت کرنے میں ہی ہے۔ اس لئے کہ جب اس سے قسم کھانے کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے خواہ اقرار کر لیا یا قسم کھانے سے انکار کر دیا اور اس کے بعد قرض ثابت ہو گیا، بعد میں اگر باپ کی کوئی امانت یا کوئی سامان کسی شخص کے ہاں ظاہر ہو جائے تو اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے حصول مقصد اس میں ہے۔

یہ صورت اس وقت ہے جب اس نے پہلے میراث کی وصولی پر حلف اٹھایا ہو اور بعد میں قرض پر۔ لیکن اگر مدعی یہ چاہتا ہے کہ بیٹے سے اولا قرض کے متعلق حلف لیا جائے اور بیٹا کہتا ہے: "میں نے اپنے باپ کی جانب سے میراث نہیں پائی، اس لئے مجھ پر قسم نہیں پڑتی اس صورت میں مدعی نے اس کی تصدیق کر دی۔ اس کے باوجود وہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے قرض کے متعلق حلف لیا جائے، تو وہ اس سے حلف لے سکتا ہے، جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اگر مدعی نے اس کی تکذیب کر دی اور وہ یہ چاہتا ہے کہ اس سے قرض اور میراث کی وصولی دونوں کے بارے میں حلف لیا جائے تو مصنف نے یہ صورت بیان نہیں کی، مشائخ کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک مدعا علیہ سے اس طرح ایک ہی حلف لیا جائے: "اللہ کی قسم میں نے اپنے باپ کے ترکے میں سے نہ تو مبلغ ایک ہزار درہم وصول کئے ہیں اور نہ ہی اس کا کوئی حصہ وصول کیا، نہ ہی مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے باپ کے ذمہ اس شخص کا کوئی قرض تھا جس طرح اس نے دعوی کیا ہے" یہ جائز ہے کہ اس سے معلومات کی بنیاد پر اور قطعیت کی بنیاد پر دونوں حلف لئے جائیں، جیسے حدیث قسامت میں دونوں حلف بیان ہوئے ہیں۔

عام مشائخ کے نزدیک مدعا علیہ سے دو مرتبہ حلف لیا جائے، اس لئے کہ دو حلف وہاں جمع ہو سکتے ہیں جہاں جنس ایک ہو اور سبب بھی ایک، یہاں تو دونوں قسموں کی جنس مختلف ہے قطعیت کی بنیاد پر کھائی جانے والی قسم اس قسم سے مختلف ہے جو معلومات کی بناء پر کھائی جائے اور سبب بھی دونوں کا مختلف ہے، اس لئے ان دونوں قسموں کو اکٹھا نہیں کیا جائے گا۔ البتہ قسامت میں اور صورت ہے کیونکہ یہاں دونوں کا سبب یعنی قتل ایک ہے، لہٰذا مدعا علیہ سے ایک مرتبہ ترکہ کی وصولی کے سلسلے میں قطعی قسم لی جائے اور قرض کے بارے میں معلومات کی بنیاد پر دوسری مرتبہ قسم لی جائے۔

یہ درج بالا صورت اس وقت ہے جب مدعا علیہ نے اپنے باپ کے فوت ہو جانے کا اقرار کیا ہو۔ اگر اس نے اپنے باپ کے مرنے کا انکار کیا ہو اور قرض خواہ اس سے حلف لینے کا مطالبہ کرتا ہے تو اس سے اپنے باپ کی فوتیدگی اور ترکہ کی وصولی کے بارے میں ایک ہی حلف لیا جائے، مگر فوتیدگی پر اس سے معلومات کی بنیاد پر اور وصولی پر قطعیت کی بنیاد پر یوں حلف لیا جائے: "اللہ کی قسم میرے علم میں نہیں کہ میرا باپ فوت ہو چکا ہے نیز میں نے اس کی میراث سے کچھ نہیں پایا"۔ بعض نسخوں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے اور اس رائے کو ان مشائخ نے اختیار کیا ہے۔ ہمارے عام مشائخ کے نزدیک مدعا علیہ سے اس طرح دو مرتبہ حلف لیا جائے: ایک مرتبہ فوتیدگی کے بارے میں یمین علی العلم (معلومات کی بناء پر) اور دوسری مرتبہ ترکہ کی وصولی کے بارے میں یمین علی البتۃ (یعنی قطعیت کی بنیاد پر)۔

اگر مدعا علیہ قسم کھانے سے انکار کر دے اس کے باوجود اس کے باپ کی فوتیدگی ثابت ہو گئی تو اس سے قرض کے بارے میں حلف معلومات کی بنیاد پر لیا جائے گا۔ اگر اس نے قسم کھا لی تو اس کے ذمہ کچھ نہیں ہو گا۔

وارث کا مقروض سے قسم کھانے کا مطالبہ

ایک شخص فوت ہو چکا اور اس کے وارث نے اس کے خلاف یہ دعوی کیا کہ میرے والد کی طرف سے اس کے ذمہ مبلغ ایک ہزار درہم کا قرض ہے جو میری میراث بنتا ہے۔ مدعا علیہ نے اس کے باپ کی فوتیدگی کا تو اقرار کیا لیکن قرض سے انکار کر دیا۔ وارث اس سے حلف لینا چاہتا ہے تو مدعا علیہ سے اس طرح قطعی حلف لیا جائے: "میرے ذمہ اس کے باپ کا مبلغ ایک ہزار درہم بطور قرض نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی حصہ، جس طرح اس نے دعوی کیا ہے"۔

قاضی شریح (م ۷۵ھ) کی رائے کے مطابق پہلے وارث سے یوں حلف لیا جائے: "خدا کی قسم میرے والد نے اس سے کچھ وصول نہیں کیا تھا" قاضی شریح کی رائے کے مطابق بیٹے کی ملکیت میں قرض اس صورت میں منتقل ہو گا جب اس کے باپ نے وہ قرض وصول نہ کیا ہو اگر اس نے وصول کر لیا ہو تو وہ قرض بیٹے کی ملکیت میں منتقل نہیں ہو گا۔

ہماری رائے میں جب متوفی باپ کا قرضہ مقروض پر ثابت ہو گیا تو اس کی وصولی باقی ہے تاآنکہ ایسا سبب پایا جائے جس سے اس کا ساقط ہونا ثابت ہو جائے۔ جیسے باپ کی زندگی میں مقروض ہی قرض پر قسم کھاتا ہے نہ کہ باپ عدم وصولی پر قسم کھاتا ہے الا یہ کہ مدیون اقرار کرے اور یہ دعوی کرے کہ وہ پورا قرض ادا کر چکا ہے' اسی طرح بیٹے نے قرض کا ثبوت پیش کر دیا تو ہمارے نزدیک اس سے باپ کی طرف سے قرض کی وصولی کے بارے میں حلف نہیں لیا جائے گا۔ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ اور قاضی شریح کے نزدیک مدعا علیہ سے قطعی حلف لیا جائے گا۔ اس نے قسم کھا لی تو رقم اسے مل جائے گی ورنہ نہیں۔

مصنف نے اس باب کے آغاز میں قاضی شریح کا جو بیان نقل کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہارے باپ کا وہ قرض جو کسی انسان کے ذمہ ہے اور جس کا تم تقاضا کرتے ہو اس کے لئے ثبوت پیش کرو' ورنہ میں تمہیں (یہ حق) نہیں دوں گا۔

اگر مقروض اقرار کرتے ہوئے بیٹے کے خلاف یہ دعوی کرے کہ اس کا باپ مجھ سے یہ قرض وصول کر چکا ہے' یا کہے کہ بعض اوقات ایک شخص کا دوسرے پر قرضہ ہوتا ہے بعد ازاں وہ بے باق ہو جاتا ہے' بایں طور کہ قرض خواہ اپنا قرضہ وصول کر لیتا ہے' اس لئے میں کسی چیز کا اقرار نہیں کرنا چاہتا' مبادا کہیں مجھ پر یہ واجب الاداء ہو جائے اور وہ بیٹے سے حلف لینا چاہتا ہو تو اس صورت میں بیٹے سے علم و دانست کی بنیاد پر یوں حلف لیا جائے گا: "اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ میرا باپ یہ رقم وصول کر چکا ہے یا نہیں"۔

وارث سے حلف:

ایک شخص نے متوفی کے کسی وارث کو قاضی کے ہاں پیش کرتے ہوئے یہ دعوی کیا کہ متوفی کے ذمہ میرا فلاں حق بنتا ہے اور اس نے اسے وصیت کی تھی' تو اس بارے میں وارث سے علم و دانست کی بنیاد پر حلف لیا جائے گا' اس لئے کہ اس سے جس چیز کا حلف لیا جا رہا ہے وہ اس کا ذاتی فعل نہیں ہے۔

مشتری سے قسم:

ایک شخص نے کسی سے لونڈی وغیرہ خریدی اور اسے وہ وصول بھی کر چکا ہے، بعد ازاں ایک اور شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ لونڈی وغیرہ اس کے خریدنے سے پیشتر میں نے بائع سے خریدی تھی اور اس نے مشتری کو قاضی کے سامنے پیش کیا تو قابض مشتری سے علم و دانست اور سبب پر اس طرح حلف لیا جائے گا: "اللہ کی قسم مجھے نہیں معلوم کہ میرے خریدنے سے پیشتر اس شخص نے فلاں ولد فلاں سے یہ چیز خریدی تھی"۔

قابض مشتری سے اس لئے حلف لیا جائے گا کہ مدعی نے جس چیز کا دعویٰ کیا ہے اگر وہ اس کا اقرار کر لے تو وہ چیز اس پر لازم ہو جائے گی اور انکار کرے تو اس سے حلف لیا جائے گا۔ اس سے علم و دانست کی بنیاد پر اس لئے حلف لیا جائے گا کہ یہ حلف کسی دوسرے کے فعل پر لیا جا رہا ہے۔

اگر مشتری (قابض) یہ عذر بیان کرے کہ بعض دفعہ ایک چیز خریدی جاتی ہے پھر بیع کو فسخ کر دیا جاتا ہے۔ میں اقرار نہیں کرنا چاہتا، مبادا کہ یہ چیز مجھ پر واجب الادا ہو جائے، تو اس صورت میں قاضی اس سے حاصل پر یوں حلف لے: "اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ اس چیز کو میرے خریدنے سے پیشتر فلاں آدمی سے خریدا گیا تھا" جیسا کہ قسم کے باب میں ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ اس لئے کہ جب اس نے تعریض سے کام لیا تو گویا اس نے مطالبہ کیا کہ قاضی اس کی مصلحت کو پیش نظر رکھے، لہٰذا اس کی مصلحت کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔

امام قاضی ابو الحسن علی السغدی (۴) فرماتے ہیں کہ مصنف نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے مدعا علیہ کا مفاد پورا نہیں ہوتا، اس کا مفاد اس وقت پورا ہوتا ہے جب اس سے یوں حلف لیا جائے: "اللہ کی قسم یہ چیز اس مدعی کی اس طرح نہیں ہے جس طرح کہ اس نے دعویٰ کیا"۔

غلام کے جرم پر اس کے آقا سے حلف

اس غیر متعلقہ حصے کا ترجمہ ترک کر دیا جاتا ہے۔

☆ گستاخ رسول کسی رعایت کا مستحق نہیں ☆

دعوی میراث میں حلف

ایک شخص نے ایک مکان کے بارے میں دعوی کیا جو کسی کے قبضہ میں ہے اور وہ قابض سے حلف لینا چاہتا ہے۔ مدعا علیہ نے کہا مجھے یہ مکان اپنے باپ کی وراثت میں ملا ہے۔ مدعی نے کہا کہ یہ مکان آپ کو وراثت میں نہیں ملا بلکہ آپ نے وراثت کے علاوہ کسی اور ذریعہ سے حاصل کیا ہے تو مدعا علیہ کا یہ بیان تسلیم نہیں کیا جائے گا اور مدعی کے دعوی پر اس سے قطعی حلف لیا جائے گا۔ اس لئے کہ مدعا علیہ سے قطعیت کی بنیاد پر حلف لینے کا استحقاق ثابت ہو چکا ہے اور وہ ہے گھر کا اس کے قبضہ میں ہونا' اس لئے وہ اس مدعی کا ایک فریق بن جائے گا۔ رہا اس کا یہ کہنا کہ میں نے یہ مکان میراث میں پایا ہے سو وہ اس طرح اپنی ذات سے قطعیت کی بنیاد پر قسم کو ساقط کرنا چاہتا ہے لہٰذا کسی دلیل کے بغیر اس کا بیان قبول نہیں کیا جائے گا۔

مکان کے قابض نے اگر قاضی سے کہا: آپ اس (مدعی) سے حلف لیں کہ گھر میں نے اپنے باپ سے میراث میں نہیں پایا' تو قاضی اس سے اس طرح حلف لے: "خدا کی قسم میرے علم میں نہیں کہ اس نے یہ مکان اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے' اس لئے کہ اس نے جس چیز کا دعوی کیا ہے اگر وہ اس کا اقرار کر لے تو وہ اس پر لازم ہو جائے گی اور مدعا علیہ سے یمین علی البتہ ساقط ہو جائے گی۔ اگر انکار کرے تو اس سے علم و دانست کی بنیاد پر حلف لیا جائے گا کہ یہ دوسرے شخص کے فعل پر قسم لینے کے مترادف ہے۔ اگر مدعی قسم کھا لے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ مدعا علیہ کو یہ گھر میراث میں ملا ہے' اس لئے اس (مدعا علیہ) کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ قطعیت کی بنیاد پر قسم کھائے۔ اگر مدعی قسم کھانے سے انکار کر دے تو اس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ گھر مدعا علیہ کو میراث میں ملا ہے اس وقت مدعا علیہ سے علم و دانست کی بنیاد پر یوں حلف لیا جائے: خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ یہ گھر اس شخص کا ہے جس طرح اس نے دعوی کیا ہے۔

ایک شخص نے کسی کو قاضی کے ہاں پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس کا والد فوت ہو چکا ہے اور میرا مبلغ ایک ہزار درہم اس کے ذمہ واجب الادا ہے۔ قاضی نے اس آدمی سے (جس کے باپ کے خلاف رقم کا دعوی کیا ہے) سوال کیا' تو اس نے جواب دیا: میرا باپ فوت ہو چکا ہے

اور اس شخص کا مبلغ ایک ہزار درہم اس کے ذمہ تھا۔ مدعی نے کہا اس کے باپ نے اپنا کچھ مال چھوڑا ہے اور اس نے ایک ہزار یا اس سے زیادہ رقم کا نام لیا' قاضی نے اس بارے میں اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا: میرے باپ نے مبلغ ایک ہزار درہم چھوڑا ہے' یہ میرے بھائی ہیں اور اس نے انہیں قاضی کے ہاں پیش کیا' وہ بھائی دو ہیں یا تین' وہ سب چھوٹے ہیں یا بڑے' یا چھوٹے اور بڑے' تو اب اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔

مدعا علیہ نے پہلے قرض کا اقرار کیا اور پھر یہ کہا کہ یہ میرے بھائی ہیں' جیسا کہ متن میں بیان کیا جا چکا ہے یا اس نے پہلے اپنے بھائیوں کا نام لیا اور کہا کہ یہ میرے بھائی ہیں اور یہ ایک ہزار ہمارے باپ کا ترکہ ہے۔

پہلی صورت میں مدعا علیہ کو سارا ایک ہزار قرض خواہ کو دینے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس کے بھائیوں کے بارے میں اس شخص کے بیان کے علاوہ کسی اور ذریعے سے معلوم نہ ہو تو اس کا یہ بیان قبول نہیں کیا جائے گا کہ یہ میرے بھائی ہیں' اس لئے کہ اس نے قرض کا اقرار کیا اور مبلغ ایک ہزار متوفی کے ترکہ ہونے کا اقرار کر لیا ہے۔ اس لئے یہ ایک ہزار مقرلہ کا حق بن جائے گا۔ کیونکہ موت کے بعد قرضہ کا تعلق میت کے ترکہ کے ساتھ ہو جاتا ہے اور قرض میت کے ترکہ ہی سے ادا کرنا ضروری ہوتا ہے' جب ایک ہزار مقرلہ کا حق ٹھہرا تو اس کے بعد اس کے اپنے بھائیوں کے بارے میں اقرار کا مطلب ثابت شدہ حق کو باطل کرنا ہے جو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ یہ رقم مدعا علیہ کے حوالے کرے۔

دوسری صورت میں اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ ترکے میں سے اپنا حصہ اس کے حوالہ کر دے۔ اس لئے کہ جب اس نے پہلے اپنے بھائیوں کا اقرار کیا تو گویا ترکہ میں ان کی شرکت کا بھی اقرار کر لیا اور یہ ترکہ ان میں بمطابق حصص تقسیم شدہ قرار پایا۔ اس کے بعد قرض کے بارے میں اس کا اقرار اپنے بارے میں تو درست ہے دوسرے کے بارے میں درست نہیں۔ لہٰذا اس قرض میں اس کا اپنا حصہ وصول کیا جائے گا۔

اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر شفیع اور مشتری کا اختلاف ہو جائے مثلاً مشتری کہے میں نے یہ گھر دو ہزار کے عوض خریدا' شفیع کہے نہیں بلکہ آپ نے مبلغ ایک ہزار میں خریدا ہے اور بائع

☆امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

یہ کہے کہ میں نے مبلغ دو ہزار میں فروخت کیا ہے اور یہ قیمت وصول کر چکا ہوں، تو اس صورت میں بائع کا قول معتبر ہو گا اور شفیع کے ذمہ مبلغ دو ہزار کی ادائیگی لازمی ہو گی۔ وہ گھر کو اسی قیمت میں لے سکتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر بائع کہے میں نے (گھر) فروخت کیا اور اس کی قیمت وصول کر لی جو دو ہزار ہے تو اس کا یہ بیان قبول نہیں کیا جائے گا۔ ان دونوں صورتوں میں اس تقدیم و تاخیر سے قانونی حیثیت مختلف ہو جاتی ہے۔

اسی طرح کتاب الاقرار میں ہے کہ اگر متوفی کے وصی نے یوں کہا: میں نے متوفی کا حق وصول کیا جو فلاں شخص کے ذمہ تھا اور جو اتنی مقدار میں تھا، یا اس نے یوں کہا: میں نے فلاں شخص سے فلاں فلاں چیز وصول کر لی اور یہ سب کچھ متوفی کا حق ہے جو اس شخص کے ذمہ تھا، تو ان دونوں صورتوں میں فرق ہے، اس مسئلہ کا تعلق کتاب الاقرار سے ہے۔

(واللہ تعالیٰ اعلم)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ المصنف ۸: ۱۷(۱۴۳۵۰)، (۱۴۳۷۵۰)، اخبار القضاۃ ۲: ۲۴۹،

۲۔ ان کا اسم گرامی محمد بن عبد الرحمن اور کنیت ابو عبدالرحمن الکوفی ہے ابن ابی لیلی مشہور ہیں، فقیہ اور مقری ہیں، ۷۴ھ میں پیدا ہوئے، اپنے بھائی عیسی، شعبی، عطاء، حکم اور نافع وغیرہ سے روایت حدیث کی، ان کے والد جلیل القدر تابعیوں میں شمار ہوتے ہیں، ان سے شعبہ، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، وکیع اور ابراہیم وغیرہ نے حدیث کی روایت کی، العجلی کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلی انتہائی راست باز اور سنت پر عمل کرنے والے تھے، ان سے حدیث کی روایت کرنا صحیح ہے، قاری اور قرآن مجید کے عالم تھے، امام نسائی نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ ابن ابی لیلی کا حافظہ کمزور تھا اور وہ مضطرب الحدیث تھے یعنی ایک جگہ کسی حدیث کی ایک سند بیان کرتے تو دوسری جگہ اس کی دوسری سند بیان کرتے تھے، ۱۴۸ھ میں وفات پائی، جس ابن ابی لیلی کا امام ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر ہوتا ہے اس سے مراد یہی ابن ابی لیلی ہیں، اس لئے کہ یہی امام صاحب کے ہم عصر تھے اور بہت سے فقہی مسائل میں ان کے ساتھ ان کا اختلاف رہا، امام ابو یوسف نے کتاب اختلاف العراقیین یا اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی کے نام سے ایک کتاب تالیف کی تھی جس کو امام شافعی نے روایت کیا ہے۔ یہ کتاب امام شافعی کی کتاب الام کے حاشیہ پر طبع ہو چکی ہے اور ۱۳۵۷ھ میں ابو الوفاء افغانی کی ایڈیٹنگ کے ساتھ مطبع الوفاء سے علیحدہ بھی چھپ چکی ہے۔ مزید سوانح حیات کے لئے دیکھئے: طبقات الشیرازی: ۶۴،

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

تذکرۃ الحفاظ ۱: ۱۷۱(۱۶۵)' الاکمال فی اسماء الرجال از خطیب بغدادی ۳: ۴۸۷' تہذیب التہذیب ۹: ۳۰۱' خلاصۃ تذھیب الکمال : ۲۹۷' شذرات الذھب ۱: ۲۲۴' طبقات القراء لابن الجزری ۲: ۱۶۵' العبر ۱: ۲۱۱' النجوم الزاھرۃ ۲: ۱' الوافی بالوفیات ۳: ۲۲۱' وفیات الاعیان ۱: ۴۵۲' طبقات الحفاظ (السیوطی): ۷۴-۷۵(۱۵۸)' اخبار القضاۃ ۳: ۱۳۰'

۳- المصنف ۸: ۱۶۹-۱۷۰(۱۴۷۴۶- ۱۴۷۵۳)-

۴- امام ابو الحسن علی السغدی کا نام علی بن الحسین بن محمد ہے' السغدی السغد کی طرف منسوب ہے جو سمرقند کے نواح میں ایک گاؤں کا نام ہے' جہاں پانی اور درخت کثرت سے پائے جاتے تھے' السغدی امام' فقیہ' اور مناظر تھے' بخارا میں رہائش پذیر تھے' انہیں فتوے جاری کرنے کے لئے صدر بنایا گیا اور قاضی مقرر کیا گیا تھا' حنفیہ کی قیادت انہی پر ختم تھی' انہیں شیخ الاسلام کا لقب دیا گیا۔ ان کی النوازل اور الواقعات کی خاطر دور دور سے لوگ ان کے پاس آتے تھے' فتاوی قاضی خان اور دیگر مشہور فتاوی میں بار بار ان کا ذکر کیا گیا ہے' شمس الائمہ سرخسی نے ان سے فقہ حاصل کی اور ان سے شرح السیر الکبیر کی روایت کی' کتاب النتف فی الفتاوی اور شرح الجامع الکبیر ان کی تالیفات میں شمار ہوتی ہیں' سمعانی کے قول کے مطابق ان کی وفات بخارا میں ۴۶۱ھ میں ہوئی۔ سوانح حیات کے بارے میں دیکھئے: الجواھر المضیۃ ۱: ۳۶۱-۳۶۲ (۹۹۶)' الفوائد البھیۃ ۱: ۱۲۱' اللباب فی تہذیب الانساب ۲: ۱۱۹-۱۲۰' طبقات الفقھاء (طاش کبری زادہ): ص ۷۳' طبقات اصحاب الحنفیہ (ابن الحنائی) : ورقہ ۲۱ آ' کشف الظنون : ۱۹۲۵' فہرس دار الکتب ۱: ۴۶۸' ھدیۃ العارفین ۱: ۶۹۱' معجم المولفین ۷: ۷۹' فھرس مخطوطات مکتبۃ الاوقات العامۃ (موصل) ۴: ۹۲' کتاب النتف فی الفتاوی (تحقیق ڈاکٹر صلاح الدین الناہی): ج ۲ ص ۸۶۵' تاج التراجم : ص ۴۳(۱۲۷)-

---

قسم لئے جانے کے بعد گواہوں کی شہادت

قاضی شریح فرماتے ہیں:

الیمین الفاجرۃ احق ان ترد من البینۃ العادلۃ [1]

(عادلانہ ثبوت کی بہ نسبت جھوٹی قسم اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اسے رد کر دیا جائے)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے کسی کے خلاف اپنے کسی حق کا دعوی کیا اور اس نے مدعا علیہ سے قسم طلب کی اور اس نے قسم کھالی بعد ازاں مدعی اپنا ثبوت پیش کرے تو اس کے ثبوت کو قبول کر لیا جائے گا کیونکہ مدعی نے عادلانہ ثبوت پیش کر دیا جس سے یہ واضح ہو

☆ بیع منابذہ یہ ہے کہ بائع مبیع کو مشتری کی طرف پھینک دے ☆

گیا کہ مدعا علیہ اپنی قسم میں جھوٹا تھا۔ اس لئے جھوٹی قسم کو رد کر دینا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ عادلانہ ثبوت کو رد کر دیا جائے۔ یہی ہمارا موقف ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قاضی شریح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔(۲)

ابن ابی لیلیٰ (م ۱۴۸ھ) کہتے ہیں:

لاتقبل البینة من المدعی بعد یمین المدعی علیه (۳)
(مدعا علیہ سے قسم لینے کے بعد مدعی کا ثبوت قبول نہیں کیا جائے گا)۔

وہ کہتے ہیں کہ فصل خصومت صرف ان دو امور کے ذریعے ہوتا ہے: مدعی کی جانب سے گواہ پیش کئے جائیں، یا مدعا علیہ قسم کھائے۔ اگر مدعی کی طرف سے گواہوں کی بنیاد پر فیصلہ کر دیا گیا ہو تو مدعا علیہ سے قسم لینا جائز نہیں، اور اگر مدعا علیہ کے قسم کھانے کی بنیاد پر فیصلہ کیا گیا ہو تو پھر مدعی کے گواہوں کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر مدعا علیہ کی قسم کے ذریعہ مقدمہ فیصل نہیں ہوا تو قاضی کو کسی دلیل و حجت کی بنیاد پر ہی مقدمہ کا فیصلہ کرنا ہے۔ دلیل و حجت کی کئی قسمیں ہیں: گواہی یا ثبوت، اقرار یا نکول (قسم سے انکار)، اقرار اور نکول موجود نہ ہوں تو ثبوت اور گواہی لازمی ٹھہری۔ جب مدعی اپنا ثبوت لے آیا تو اس کا دعویٰ ایک دلیل و حجت کے ذریعہ روشن ہوگیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ مدعا علیہ اپنی قسم میں جھوٹا تھا۔ لہٰذا اس عادلانہ ثبوت کی بنیاد پر کارروائی کرنا ضروری ٹھہرا، نہ کہ جھوٹی قسم کی بنیاد پر، مصنف (متن) نے اس باب میں بعض روایات نقل کی ہیں جن سے ہماری رائے کی صحت کا پتہ چلتا ہے۔

اسی طرح اگر مدعی مدعا علیہ سے کہے: اگر آپ نے قسم کھالی تو آپ اس حق سے بری الذمہ ہو گئے جس کا میں نے آپ کے خلاف دعویٰ کیا ہے، یا یوں کہے: آپ قسم کھائیں اور اس حق سے بری الذمہ ہو جائیں جس کا میں نے آپ کے خلاف دعویٰ کیا ہے، چنانچہ مدعا علیہ نے قسم کھالی اور بعد ازاں مدعی اپنا ثبوت لے آیا تو اس کے ثبوت کو قبول کر لیا جائے گا۔ کیونکہ مدعی کا یہ کہنا: "اگر آپ نے قسم کھالی" یہ شرط ہے اور اس کا یہ کہنا: "آپ بری الذمہ ہو گئے" یہ جزا ہے جو اس شرط کے ساتھ معلق ہے، حرف "فاء" کے ذریعہ جزاء کا شرط کے ساتھ تعلق

☆ بیع مرابحہ: خرید کردہ شے کی قیمت بتا کر اس کو نفع پر فروخت کرنا ☆

ہوتا ہے، اور مدعی کا یہ کہنا: "آپ قسم کھائیں" یہ امر ہے، اور اس کا یہ بیان "اور بری الذمہ ہو جائیں" یہ اس امر کا جواب ہے، امر کا جواب حرف "و" کے ساتھ ہے، تو یہ صورت بھی معلق بالشرط والی صورت کے قائم مقام ہے۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ اگر آقا اپنے غلام سے کہے: "اگر تم نے مجھے ایک ہزار ادا کر دیا تو تم آزاد ہو گئے" یہاں آزادی ایک ہزار کی ادائیگی کے ساتھ معلق ہے۔ اگر آقا اپنے غلام سے یوں کہے: "تم مجھے ایک ہزار ادا کر دو اور تم آزاد، تو یہ صورت بھی پہلی صورت کی مانند ہے۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ صورت شرط کے ساتھ معلق ہے حالانکہ براءات کو شروط کے ساتھ معلق کرنا جائز نہیں ہے۔ سو جب یہ صحیح نہیں تو اب صرف قسم باقی رہ گئی، اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ قسم کے بعد بینہ قابل قبول ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ صحیح البخاری ۲: ۷۲، المحلی ۹: ۳۷۱، المبسوط ۱۶: ۱۱۹، السنن الکبری ۱۰: ۱۸۲، کتاب الام ۶: ۲۷۹، ۷: ۳۷، المختصر من کلام الشافعی (علی ہامش الام) ۵: ۲۵۵، البحر (رویانی): ورقہ ۱۸۳ ب جزء ۷، کتاب اختلاف ابی حنیفۃ وابن ابی لیلی ۷: ۱۱۸، تحقیق الافغانی (مطبع الوفا): ص ۸۰-۸۱، روضۃ القضاۃ ۱: ۲۹۱(۱۳۱۹)۔ تبصرۃ الحکام ۱: ۲۸۴، ادب القاضی (ماوردی) ۲: ۳۵۰ (۳۴۴۸)، اخبار القضاۃ ۲: ۳۱۰، ۳۴۲، ۳۷۳،

۲۔ السنن الکبری ۱۰: ۱۸۲، اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی (فی آخر الام) ۷: ۱۱۸، تحقیق الافغانی: ص ۸۰، روضۃ القضاۃ ۱: ۲۹۱(۱۳۱۹)۔

۳۔ کتاب اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی (مع الام) ۷: ۱۱۸، تحقیق الافغانی: ص ۸۱۔

ماہ صیام مبارک

نوٹ: جناب محمد عابد چشتی صاحب کے مضمون ,لیزنگ پر زمین اور گاڑیوں کے حصول کی شرعی حیثیت، کی ایک قسط ہم نے مجلّہ فقہ اسلامی شمارہ ستمبر ۲۰۰۶ میں شائع کی تھی دوسری قسط انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں شائع کی جائے گی۔ (مجلس ادارت)

☆ بیع سلم: قیمت پہلے ادا کرنا اور مبیع بعد میں مقررہ مدت پر وصول کرنا ☆

انکار کے بعد گواہوں کی فراہمی

مصنف (متن) احمد بن عمر فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کسی کو قاضی کے ہاں پیش کیا اور اس کے خلاف اپنے کسی مال یا کسی حق کا دعویٰ دائر کیا مگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کر دیا اور مدعی نے قاضی سے کہا: آپ اس سے حلف لیں اور قاضی نے مدعی سے دریافت کیا: "آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟" تو اس نے نفی میں جواب دیا' بعد میں قاضی نے مدعا علیہ سے حلف لیا اور مدعا علیہ نے قسم کھا لی پھر اس کے قسم کھانے کے بعد مدعی نے کہا: میرے پاس ثبوت موجود ہے' تو قاضی اس کی یہ درخواست قبول کر لے۔ یہ قول بالخصوص امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (۱) کا ہے اور امام حسن بن زیاد نے ان سے روایت کیا ہے۔

امام محمد رحمتہ اللہ علیہ (۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ یہ ثبوت قبول نہ کیا جائے۔ ان سے املاء لینے والے نے اس طرح روایت کیا ہے' اس بارے میں امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کی کوئی روایت محفوظ نہیں اور یہ اختلاف مبسوط میں بھی موجود نہیں ہے۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ (۱۸۹ھ) فرماتے ہیں کہ مدعی نے کہا: میرے پاس کوئی ثبوت نہیں' اس کے بعد وہ ثبوت لے آیا تو وہ مناقض ٹھہرا۔ اور مناقض (یعنی اپنے پہلے بیان کے برعکس موقف اختیار کرنے والے) کا بیان قابل قبول نہیں۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ مدعی اگر یہ کہے کہ اس مدعا علیہ کے ذمے میرا کوئی حق نہیں' اس کے بعد وہ اس کے خلاف کسی حق کا دعویٰ کرے' تو اس کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہوگا۔ یہی صورت یہاں ہے۔ جب اس کا دعویٰ صحیح نہیں تو اس میں شہادت بھی قبول نہیں کی جائے گی' اس لئے کہ مدعی سے گواہی طلب کئے جانے کے بعد ہی اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہ (م ۱۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ مدعی کا آخر میں گواہ پیش کرنا اور جو کچھ اس نے شروع میں کہا' اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس لئے کہ مدعی نے شروع میں ایسا اس لئے کہا تھا کہ اسے یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ فلاں لوگ میرے گواہ ہیں۔ بایں طور اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ لوگ امر واقعہ کے شاہد ہیں' اسے بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ میرے گواہ ہیں۔ یا اولا یہ

☆ بیع تولیہ: وہ بیع جو صرف ثمن اول کے ساتھ ہو ☆

لوگ اس کے گواہ نہیں تھے بعد میں وہ اس کے گواہ بن گئے' بایں طور کہ مدعا علیہ نے ان کے سامنے اقرار کر لیا ہو' تو ان دونوں صورتوں میں کوئی تناقض نہیں' لہٰذا وہ (مدعی) مناقض قرار نہ پائے گا اور اس کا پیش کردہ ثبوت سنا جائے گا۔

اسی طرح اگر مدعی نے کہا: ہر وہ شخص جو میرے دعوی میں گواہی دے وہ جھوٹا ہوگا یا کہے: اس شخص کے خلاف جو میں دعوی کر رہا ہوں اس کے بارے میں فلاں فلاں شخص کے پاس شہادت نہیں' قاضی اس کے فریق مخالف سے قسم لے لے اس کے بعد وہ کہے: میرے پاس ثبوت موجود ہے' تو اس میں حسب سابق آئمہ کا اختلاف ہے۔

اسی طرح مدعی نے اگر ایک شخص کو پیش کیا اور اس کا نام لے کر کہا: میرے حق میں اس کے پاس کوئی گواہی نہیں' مگر اس شخص نے اس کے حق میں گواہی دے دی۔ اسی طرح اگر مدعی کہے کہ میرے حق میں فلاں فلاں شخص کے پاس اس معاملے میں کوئی شہادت موجود نہیں' مگر اس کے بعد اس معاملے میں ان کے گواہ ہونے کا دعوی کیا۔ اسی طرح مدعی کہے: ہر وہ گواہی جو میرے دعوی میں فلاں فلاں شخص کی طرف سے فلاں کے خلاف دی جائے تو میرا اس گواہی میں کوئی حق نہیں' بعد میں انہیں کی گواہی پر اس نے دعوی دائر کیا اور انہیں گواہوں کو پیش کیا۔ تو اس میں حسب سابق آئمہ کا اختلاف ہے۔

(واللہ تعالی اعلم)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی (ابو الوفاء افغانی): ص ۸۰' کتاب الام: ج ۷ ص ۱۱۸۔

عالم بنو عالم بناؤ.................ملک وقوم اور دین بچاؤ
جاہل رہنے پر قناعت کرنا اور علم حاصل نہ کرنا گناہ ہے۔

☆ بیع تولیہ: وہ بیع جو صرف ثمن اول کے ساتھ ہو ☆